eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 7 No. 2 (2025)

Presentation of Social Issues in Ashfaq Ahmed's Novelette *Mehman-e-Bahar*

اشفاق احمد کے ناولٹ 'مہمان بہار' میں معاشرتی مسائل کی پیش کش

Dr. Ruqayya Bano[1], Dr. Saba Ali[2]
[1+2]Lecturer, Department of Urdu, Kalam Bibi International Women's Institute, Bannu
Corresponding Email: ruqiakhatak@hotmail.com
DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v7i02.47

Abstract

This research explores the socio-psychological dimensions of Ashfaq Ahmed's renowned novelette, *Mehman-e-Bahar*, through the lens of societal structures and individual moral crises. The study contextualises the human position as "Ashraf-ul-Makhluqat" (the noblest of creatures), emphasising that social interaction is the cornerstone of a functional society. By analysing the protagonist, Akhtar—a highly educated yet disillusioned youth—the text highlights the tragic consequences of a lack of purpose, societal pressures, and moral decadence. Akhtar's character serves as a symbolic representation of the psychological conflict between traditional expectations and personal desires. His journey from a failed local business to seeking validation in England mirrors the collective plight of a generation grappling with unemployment and an identity crisis. The narrative critiques the comparison culture and the pursuit of ego-driven desires, which lead Akhtar into a web of infidelity involving multiple women, including Saeeda, Esther, and Irene. Ultimately, his betrayal of moral and religious values culminates in a tragic end, contrasting his family's joyful anticipation of his return with his silent demise. The study concludes that *Mehman-e-Bahar* is a profound social document that warns against the erosion of self-discipline and the destructive nature of infidelity within the social fabric.

Keywords:
Ashfaq Ahmed, Mehman-*e*-Bahar, Urdu Literature, Social Critique, Character Analysis

Received: 22-11-2025 **Accepted:** 05-01-2026 **Online:** 19-01-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0).
Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

نوع انسان کو اس کرہ ارض پر اشرف المخلوقات کا مقام و مرتبہ عطا کیا گیا اور یہ اعزاز کسی دوسرے جاندار کو عطا نہیں کیا گیا جس کے پیچھے بہت سی وجوہات ہیں اور انسان کا دنیا میں دوسرے انسانوں کے ساتھ رابطہ اور ابلاغ انتہائی ضروری ہے۔یہی رابطہ اور ابلاغ انسانوں

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

مجلہ تصدیق

Vol. 7 No. 2 (2025)

میں ایک تعلق قائم کرتا ہے اور ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ بانو قدسیہ معاشرے کے تصور کو اشفاق احمد کے مطابق یوں بیان کرتے ہیں:

"اشفاق احمد کے نزدیک معاشرہ کا مطلب افراد کا مل جل کر زندگی بسر کرنا ہے۔"[1]

Neol Timms معاشرے کی مزید وضاحت سوشل سائنس انسائیکلو پیڈیا میں یوں کرتے ہیں۔

"In very broad terms society is society is conceived of as the frame work or totality in which human begins engage in social relations." [2]

ڈاکٹر عطاء الرحمن اپنی کتاب "اردو کے آخری داستان گو" میں اشفاق احمد کے معاشرتی استحکام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اشفاق احمد اہل مغرب کی معاشرتی اقدار پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ان کے بعض کمزور پہلوؤں کو بڑے خوبصورت اور حکیمانہ انداز میں طشت از بام کرتے تھے۔"[3]

یہ مضمون اشفاق احمد کے معروف ناولٹ "مہمانِ بہار" معاشرتی مسائل کی جامع تشخیص، تجزیہ اور مفہومی پیش کش کو بیان کرتا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد ناولٹ میں پیش کیے گئے سماجی عوارض، انسانی رویوں، اخلاقی تضادات اور روایتی نظام کی خامیوں کو ادبی، سماجی اور نفسیاتی زاویوں سے پرکھنا ہے۔

اشفاق احمد اردو ادب کے نمایاں ادیب ہیں، جن کی تحریریں معاشرے کے پیچیدہ مسائل، انسانی نفسیات اور اخلاقی بحرانوں کو گہرائی سے سامنے لاتی ہیں۔ مہمانِ بہار ایک مختصر مگر معنویت سے بھرپور ناولٹ ہے جس میں بہار کے موسم کو ایک علامتی مہمان کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ مہمان سماجی رویوں، قدروں اور فکر و عمل کے تضادات کو بے نقاب کرتا ہے۔ معاشرتی مسائل ہمیشہ ادب کے محور رہے ہیں، خاص طور پر اردو افسانوی ادب میں۔ اشفاق احمد نے اپنی تحریروں میں انسانی کلچر اور سماجی ڈھانچے کے ماہرانہ مشاہدات پیش کیے ہیں۔ مہمانِ بہار میں ان مسائل کی عکاسی نہ صرف روایتی سماجی تناظر میں ہے بلکہ فرد اور معاشرے کے باہمی تعلقات کی پیچیدگیوں کو بھی واضح کرتی ہے۔

"کمرے کی بتی بجا کر اختر پلنگ پر لیٹ گیا۔ نئے تکیے کو تہرا کر کے اس نے سر کے نیچے رکھا اور ٹپائی پر ایش ٹرے میں پڑی ہوئی سگریٹ کو غور سے دیکھنے لگا جسے راکھ کی موٹی سی تہہ نے قریباً قریباً گل کر دیا تھا۔" [4]

اس ناولٹ کا مرکزی کردار اختر ہے۔ اختر کے کردار میں نفسیاتی پرتوں کے کئی روپ نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی ناکامیوں اور محرومیوں کو سگریٹ کی صورت میں اڑانا چاہتا ہے اور راکھ کی صورت میں ان غموں کو دیکھنا چاہتا ہے جو اس کو ہر پل اور لمحہ ایک آزمائش اور امتحان میں رکھتا ہے۔ معاشرے میں اگر عدم مطابقت کی فضا قائم رہتی ہے تو ایسے ہزاروں انسان معاشرے میں نظر آتے ہیں۔ ناولٹ میں روایتی رسم و رواج کے جمود کا تذکرہ ہے، جہاں لوگ قدیم خیالات، رسوم اور سماجی توقعات میں گرفتار ہیں۔ تبدیلی کے خلاف مزاحمت اور سماجی قدامت

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
تصدیق
Vol. 7 No. 2 (2025)

پسندی نے نئے خیالات کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔

"اختر کے اباجی اسے ہمیشہ فہمائش کرتے رہتے کہ اگر بزنس کرنا ہے تو شہر کے کسی بازار میں جگہ لے کر کرو جہاں چار گاہک آئیں بھی لیکن بازار کی دکانوں میں یہ نقص ہوتا ہے کہ اول تو ان کے پیچھے کوئی کمرہ نہیں ہوتا۔اور اگر ملے بھی وہ کسی ڈھنڈار گلی میں واقع نہیں ہوتا۔" 5

اختر ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہے اور والد چونکہ ایک کاروباری شخصیت رہے ہیں تو اپنے تجربے کے مطابق اپنے فرزند کو بھی کاروبار پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کو ایک کامیاب کاروبار کے لیے مشورہ دیتے ہیں۔ طالب علمی کا دور ختم ہوتا ہے اور روزگار نہ ملنے کی بدولت اختر کے والد اپنے بیٹے کو کاروبار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جو قدیم روایت ہے کہ اگر کوئی ملازمت نہیں ہے تو کسی کام کے لیے دکان کو کرایہ پر لے لیا جائے اور اسی میں اپنے معاشی مسائل کا حل نکالا جائے۔

"بی۔اے میں نفسیات اور سیاسیات کا طالب علم ہونے کے باوجود اس نے فرسٹ کلاس حاصل کی اور آرٹ کے طلباء میں کالج بھر میں اول رہا لیکن بی اے کر لینے کے بعد اس نے نوکری کی طرف توجہ نہ دی اور اباجی کے چار ہزار روپے سے بوٹوں کی یہ دکان کھول دی۔" 6

اختر ایک قابل نوجوان ہے لیکن اس کی ایک عادت ایسی ہے جو اس کی زندگی کو مختلف حصوں میں منقسم کر دیتی ہے وہ ہر جگہ اپنی پذیرائی دیکھنا چاہتا ہے اسی لیے وہ بڑے شوق سے لائبریری جاتا ہے تاکہ اپنی انا کو تسکین پہنچا سکے۔

"اختر کے خیال میں خطوط نویسی کے لیے لائبریری سے بڑھ کر کوئی اور جگہ نہ تھی ایک صفحہ لکھ کر وہ کاغذ فائل میں رکھتا کور کو بڑے اہتمام سے باندھتا اور باہر برامدے میں آکر سگریٹ پینے لگتے۔ چپڑاسی کے پاس سیڑھیوں پر بیٹھ کر سگریٹ پینے میں اسے بڑا مزا آتا کیونکہ لائبریری میں داخل ہونے والے ہر شخص کی نگاہیں اس سفید پوش آدمی پر پڑتیں اور چند لمحوں کے لیے اس کے وجود پر گڑ کر رہ جاتیں اور اختر کی یہ سب سے بڑی خواہش تھی کہ کوئی اسے دیکھے اور اس پر توجہ دے اور اس کا تماشہ کرے" 7

اس کی ایک وجہ گھر میں موجود ماحول بھی ہوتا ہے جو فرد کی نفسیات پر مختلف انداز میں اثر ڈالتا ہے اور فرد کا کردار معاشرے میں انفرادی طور پر بڑی اہمیت کا حامل ہے اختر کو بھی ایسے ہی رویے کا سامنا ہوتا ہے اس لیے وہ کسی ایک راستے پر تسلسل کے ساتھ نہیں چلتا۔

"ان کی دلی تمنا تھی کہ اختر کوئی اچھی سی نوکری کرے اور اپنے چچا سے بازی لے جائے جو بمبئی کسٹمز کے محکمے میں ایک بڑے آفیسر تھے۔"8

معاشرے میں اس طرح کے تقابل اور مسابقت کی وجہ سے ایک فرد کی اپنی قدرتی اہلیت کہیں گم کر رہ جاتی ہے۔

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
تصدیق
Vol. 7 No. 2 (2025)

"مہمانِ بہار" میں معاشرتی طبقات——مالدار، متوسط اور کم وسائل رکھنے والے افراد——کے درمیان فکری، معاشی اور اخلاقی تفاوت واضح ہے۔ اس میں غربت، امارت اور طبقاتی امتیاز کے اثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ناولٹ کے کردار اجتماعی شعور کے فقدان، تعلیم کی کمی اور غیر معیاری معاشرتی تربیت کا شکار ہیں، جس کی وجہ سے سماجی عمل متوازن طریقے سے آگے نہیں بڑھتا۔ خلاقی گراوٹ اور تربیت میں کمی کا عکس اختر کے کردار میں یوں پیش کیا گیا ہے۔ اختر کی اخلاقی گراوٹ کا اندازہ اس کی چار خواتین سے تعلق کے ذریعے نظر آتی ہے۔ پہلی اس کی چچی زاد ہے جس کو دیکھتے ہوئے وہ سعیدہ اور وحیدہ دونوں کے بارے میں سوچتا ہے۔

> "سعیدہ کتابیں اٹھائے اس کمرے سے سامنے سے گزر گئی۔ اختر کے دروازے سے گزرتے ہوئے اس نے رفتار اور بھی تیز کر دی اور سر کو دروازے مخالف سمت میں پھیر لیا۔ اختر صوفے میں دراز سگریٹ پی رہا تھا۔ سعیدہ کو اس گزرتے ہوئے دیکھ کر اختر کو ہنسی آگئی وحیدہ نے بھی ایک بار ایسے ہی غصے کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ دونوں بہنوں کی غصیلی حرکات کتنی مشترک ہیں" 9

اختر اخلاقی لحاظ سے بہت کمزور واقع ہوا ہے ایک ہی وقت میں دو بہنوں کا موازنہ اس کی سوچ کے مظاہر کو عیاں کرتا ہے۔ فرد اپنے اندر تضادات لیے ہوئے ہے——انسانی خواہشات، سماجی توقعات، اخلاقی فرائض اور ذاتی مفادات کے درمیان جدوجہد——جو سماجی ہم آہنگی میں رکاوٹ بنتی ہے۔ بہار کی آمد ایک علامت ہے جو امید، تازگی، تبدیلی اور شعوری انکشاف کا پیغام دیتی ہے، مگر معاشرتی جمود نے اسے قبول کرنے میں دیر کی ہے۔

اشفاق احمد نے ہر کردار کے اندرونی جذبات اور سماجی دباؤ کے اثرات کو نہایت باریکی سے بیان کیا ہے، جو معاشرتی مسائل کے انسانی تجربات کو نمایاں کرتے ہیں۔ معاشرتی کشمکش اور گھریلو حالات سے تنگ آکر ایک نوجوان اپنے لیے ایک جگہ منتخب کرتے ہیں جہاں وہ سب سے الگ بیٹھ کر اپنے دل کی باتیں لکھتا ہے اور اس کو سنبھال کر رکھتا ہے۔ اس تضاد کو ختم کرنے کے لیے اختر سی۔ ایس۔ دی۔ سی کی پڑھائی کے انگلستان جاتا ہے تاکہ وہ مقام حاصل کرلے اور لوگ اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔

اختر کی اخلاقی برائیوں میں ایک برائی اس کی شراب نوشی بھی شامل ہے باہر جانے سے پہلے وہ اپنے دوست دامق سے ملنے جاتا ہے اور دونوں ایک بار میں جاتے ہیں۔

> " گھٹیا سی بار تھی۔ متوط طبقے کے نچلے درجے والے لوگ یہاں آکر سستی قسم کی شراب پیا کرتے تھے۔ دامق اور اختر بھی ایک کیبن میں بیٹھ گئے۔ دامق نے دیسی شراب کا آڈر دیا اور جب لڑکا گلاس اور بوتل لے کر آگیا تو دامق نے پوچھا۔

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 7 No. 2 (2025)

اختر تم نے کب پینی شروع کی۔

اختر نے مسکرا کر جواب دیا ابھی تک تو منہ نہیں لگایا۔اس وقت سے پینی شروع کروں گا۔"[10]

مہمانِ بہار میں اشفاق احمد نے معاشرتی مسائل کو نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ ان کے ممکنہ حل—شعور، خود احتسابی، اخلاقی اقدار اور سماجی ہم آہنگی— بھی پیش کیے ہیں۔ یہ ناولٹ ایک ادبی شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سماجی دستاویز بھی ہے، جو قاری کو غور و فکر پر مجبور کرتی ہے۔

ناولٹ کا بیانیہ گہرائی اور سادگی کا حسین امتزاج ہے، جس میں فلسفیانہ سوچ معاشرتی حقائق کے ساتھ منسلک ہے۔ناولٹ میں پیش کردہ مسائل نہ صرف ادبی تناظر میں معنی خیز ہیں بلکہ یہ موجودہ معاشرتی صورتحال—روایتی پابندیاں، تعلیم و شعور کی کمی، طبقاتی تقسیم اور سماجی تضادات—کے تناظر میں بھی عملی اہمیت رکھتے ہیں۔ بہار، بطور علامت، فرد کی اندرونی تبدیلی کی نمائندگی کرتی ہے، مگر سماجی ڈھانچے اور روایات نے اس تبدیلی کو محدود کر رکھا ہے۔

اشفاق احمد نے ہمیشہ اپنے کلام کے ذریعے معاشرے میں بڑھنے والے مسائل اور برائیوں کو اجاگر کیا ہے معاشرے میں ہونے والے غلط کاموں کے خلاف اواز اٹھائی چاہے وہ نشہ ہو، لڑکی کی عزت سے کھیلنا ہو یا جھوٹ اور فساد ہو انہوں نے اکثر اپنی تحریروں کے ذریعے ان برائیوں کا ذکر کیا ہے اگر ان کے ناولٹ کا جائزہ لیا جائے تو "مہمان بہار" ایک ایسا ناولٹ ہے جس میں اشفاق احمد نے معاشرے میں ہونے والے فساد اور مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے موضوع کا حصہ بنایا ہے۔ عورت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اختر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"مرد ازل سے آج تک عاشق ہی بنا رہا۔دنیا نے ہزاروں سال گزر گئے ہر چیز بدل گئی لیکن اس نے اپنی فطرت نہیں بدلی۔عورتوں نے اس کمزوری سے خوب فائدے اٹھائے لیکن اب وقت آگیا ہے ہم اپنی طبعیت پر ذرا سا جبر کر کے ان سے دو دو ہاتھ کریں۔اور تم کیا جانو نظام دین جب یہ کڑیاں چڑیاں ہجر کی ایک کالی رات کاٹیں گی آتے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔"11

اختر کے کردار میں قدرت کے خلاف جانے کا مادہ پایا جاتا ہے وہ قدرت کے اس قانون کو ٹکر دینا چاہتا ہے جو مسلم ہے اور قدرت کو چیلنج کرنے والوں کا انجام دنیا کے سامنے ہے۔ معاشرے میں بے راہ روی کی وجوہات اور اسباب موجود ہیں لیکن اس طرح کے حالات اور مسائل کو کئی طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے اور انسان کو اپنے نفس پر قابو رکھنے کی تلقین بار بار کی گئی ہے تاکہ وہ بے راہ روی کا شکار نہ ہو مگر

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 7 No. 2 (2025)

اختر تو قدرت کے نظام کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے اور جب وہ انگلستان جاتا ہے تو سعیدہ بہت غمناک ہوتی ہے وہ اپنے خدشات کا اظہار یوں کرتی ہے۔

"سعیدہ نے رکتے رکتے کہا۔ تم بھول جاؤں گے ـــــــ تم ہی بھلا دیتے ہو۔ میں تو تمہیں ہر وقت یاد کرتی رہتی ہوں میں تو ہر روز تمہارا انتظار کرتی رہتی ہوں۔"[12]

اختر سعیدہ کو اپنی محبت میں گرفتار ہونے پر اپنی انا کی تسکین کرتا ہے اور قدرت کو جب وہ اپنے آگے جھکتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی شدت مزید بڑھ جاتی ہے جس کا اظہار وہ اپنے دوست دامق سے ان الفاظ میں کرتا ہے:

"پتہ نہیں۔ اختر نے کہا کہ میرے پاس ایسی قلمیں ہیں کہ نہیں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں ایک نہ ایک دن کسی لڑکی کو کرب کی اندھیری راتوں میں دھکا دے کر اس کی جان لے لوں گا۔ آخر ان کے سینوں میں بھی تو دل ہوتا ہے۔ وہ بھی تو ہم جیسی آنکھیں ہمارے ایسے کیفیات رکھتی ہیں پھر وہ بھلا عاشق کیوں نہیں ہو سکتیں۔ یہ کیا کہ ہر بار مرد ہی اقدام کرے۔"[13]

قدرت کو اپنے سامنے جھکانے کی خواہش اور آرزو اختر کو باہر ملک لے جانے کی وجہ بھی بنتی ہیں تو دوسری طرف ملک میں ملازمتوں کی کمی معاشرتی مسائل میں کو جنم دیتا ہے کیونکہ ایک طالب علم اپنی محنت سے ایک سند تو حاصل کر لیتا ہے لیکن اس کے لیے مناسب ملازمت نہ ہونے کی وجہ سے نوجوانوں میں ناامیدی کے دیپ جلنے لگتے ہیں اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے وہ مختلف ممالک کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ان رشتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو ان کی زندگی کا ماحصل ہوتے ہیں۔ اختر کی روانگی کا منظر سب کو مغموم کر دیتا ہے

"جہاز نے ایک بار پھر بھیانک آواز نکالی سارے مسافر ریلنگ کے پاس جمع ہو گئے اور رومال ہلا ہلا کر ساحل کے لوگوں کو الوداع کہہ رہے تھے۔ چچا جان اور چچی جان دونوں بڑے مغموم نظر آرہے تھے۔ سعیدہ نے گگو کی انگلی تھام رکھی تھی۔ اور اس کا نقاب ہوا میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔ ڈکس نے آہستہ آہستہ جہاز دھکیلنا شروع کر دیا۔ سبزی مائل نیلی نیلی لہریں بناتا ہوا جہاز رینگنے لگا۔ اختر کو آج پہلی بار احساس ہوا جیسے کوئی اس کے کلیجے کو آہنی پنجوں میں پکڑ کر لٹک گیا ہو۔ اس نے سعیدہ کے پھڑ پھڑاتے ہوئے سیاہ نقاب کو آبدیدہ نگاہوں سے دیکھا اور آہستہ سے ہاتھ ہلایا۔ برفیلے تودے کی طرح پھسلتے ہوئے جہاز پر اسے یوں دکھائی دیا جیسے سعیدہ لہروں پر اس کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔"[14]

بے روزگاری اور مہنگائی کے دور میں ہر نوجوان ہی چاہتا ہے کہ وہ ملک سے باہر جا کر پیسے کمائے اور گھر والوں کا ساتھ دے ان کی مشکلوں میں کمی لائے لیکن اس کے لیے شرط جدائی ہے اپنوں کے لیے اپنوں سے بہت دور جانا پڑتا ہے۔ اس کے سفر میں وہ اکیلا نہیں ہوتا بلکہ ان کی بیوی، ماں، بہنیں، اولاد سب شامل ہوتے ہیں کوئی ایئر پورٹ پر اپنے بیٹے کو اپنے جگر کے ٹکڑے کو جدا کرتا ہے اور ان کو دور بھیجتے ہیں

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
Vol. 7 No. 2 (2025)

کوئی اپنا ہم سفر اپنی محبت کو دل میں دفنا کر اپنے شوہر کو الوداع کہتی ہے۔

"دیکھو تم سے وعدہ جو کیا ہے کہ جلد آؤں گا اور ضرور آؤں گا پھر تم روتی کیوں ہو۔" 15

جدائی کا کرب اور اپنوں کا دور جانے کا دکھ ایک سعیدہ کو ہی نہیں تھا بلکہ والد اور والدہ بھی اس کے جانے سے مغموم تھے لیکن اس جدائی اور کرب کو برداشت کرنا اچھے مستقبل کے لیے تھا۔ اختر پر ان حالات کا اثر وقتی تھا کیونکہ اس کے لیے اس کی انا سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔ وہ افسردہ نظر آتا ہے لیکن کچھ ہی وقت گزرنے کے بعد وہ ایستھر سے باتیں کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

"اختر نے اپنی نگاہیں ہٹائے بغیر جواب دیا میں سوچ رہا ہوں بھلا اس چھوکری میں ہے کیا جو سارے لوگ اس میں ایسی دلچسپی لے رہے ہیں شموکا نے جواب میں کہا کہ اس میں کیا نہیں۔ یہ سمندر کی نیلاہٹ، چاند کی چاندنی، موسیقی کی دھن، ماں کی مامتا اور جلاد کا کڑا پن، بھلا اس میں کیا نہیں۔"16

کچھ ہی دیر پہلے کی حالت اب یکسر بدل چکی ہے اور اختر ایستھر کے بارے میں سوال کر رہا ہے اور سوچ رہا ہے کہ کیسے اس سے دوستی کی جائے لیکن یہ بھی ایک جرمن لڑکی ہے جو بے باک اور اس کے پاس آ کر اختر کے بارے میں پوچھتی ہے اور یہ تعارف ایک مضبوط رشتے میں بدل جاتا ہے اور ایستھر اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہے لیکن اختر کو کامیابی کی راہ پر ڈال کر وہ خود اپنی منزل پر اتر جاتی ہے اور اختر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ وہ ایستھر کو اس کے خطوط کا جواب تسلسل کے ساتھ دے گا۔

"مجھے تمہارے اور اپنے درمیان ناراضگی کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ لیکن تم ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو۔ بتاؤ مجھے خط لکھا کرو گی نا؟ ضرور لکھوں گی۔ ایستھر نے ضرور پر زور دے کر کہا، جب تک تم لندن میں رہوں گے میں تمہیں اکثر خط لکھا کروں گی۔"17

اختر نے ایستھر سے رخصت لی اپنے ہاسٹل پہنچ گیا پہلی رات اس کے لیے تکلیف دہ رہی کیونکہ اس کو سعیدہ اور ایستھر کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ لیکن جلد ہی وہ اس صورت حال سے نکل گیا اور سٹیلا سے اس کی دوستی ہو گئی۔ وہ جس مقصد کے گیا تھا وہ اس نے پس پشت ڈال دیا سٹیلا کے ساتھ دوستی مزید بڑھتی گئی اور ساتھ ساتھ سعیدہ اور ایستھر کو بھی خطوط کے جوابات دیتا رہا۔ اختر کا کردار روایتی نوجوان کی طرح اپنا مقصد بھول جاتا ہے اور ایستھر کے خطوط پر واپس جرمنی چلا جاتا ہے اور وہاں پر ٹھنڈے پانی میں تیراکی کی بدولت بیمار ہو جاتا ہے۔

"شام تک اختر کا بخار شدت اختیار کر گیا اور وہ نیم بے ہوشی کی حلات میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔ ایستھر کو فکر پڑ گئی اور وہ اختر کو اسی حالت میں چھوڑ کر قریبی ڈاکٹر کو بلا لائی۔ ڈاکٹر دیر تک اس کا معائنہ کرتا رہا اور جب اس نے نسخہ لکھنے کے لیے پین کھولا تو دبی زبان میں کہا کہ نمونیہ ہو گیا ہے۔"18

آغاز میں دی گئی ادویات سے کچھ دنوں تک اختر کی حالت سنبھل گئی لیکن پھر سے اس کی طبعیت دوبارہ خراب ہونی شروع ہو گئی

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 7 No. 2 (2025)

اور ایستھر کو اپنی دوست آئرین کو علاج کے لیے بلانا پڑا جو ایک ڈاکٹر تھیں۔آئرین باقاعدگی سے اختر کی جانچ کرتی اور روزانہ آکر اس کو دیکھتی۔کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آئرین کو اختر سے الفت پیدا ہو گئی اور وہ اس کو ہسپتال منتقل کرنا چاہتی تھی۔اسی دوران امتحان بھی ہو گئے لیکن اختر اس میں شرکت نہ کر سکا۔آئرین اور ایستھر دونوں اختر کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی جب اختر کو آئرین کے ساتھ ایستھر نے دیکھ لیا تو اس نے کافی میں زہر ملا کر اختر دے دیا اور اختر اس جہان سے رخصت ہو گیا۔

اختر کے گھر والوں کو خطوط کے جوابات اس کا دوست شفیع دیتا تھا۔شفیع نے واپسی کی ٹکٹ بھی کروالی تھی اور اپنے امتحانات بھی دے دئے تھے وہ اختر کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا مگر اس کو حقیقت کا علم نہیں تھا۔دوسری طرف اختر کے گھر والے اس کی واپسی پر خوش ہیں اور سعیدہ اپنا رشتہ اختر کے ساتھ طے ہونے پر نازاں نظر آتی ہے۔اس کا منظر مصنف نے یوں بیان کیا ہے:

"اگلے دن صبح شفیع اسی طرح سامان کے درمیان بیٹھا ہوا بس کا انتظار کر رہا تھا جو اس سے ہوائی اڈے پر لے جا کر میونک جانے والے جہاز میں سوار کرا رہی تھی۔چچا چچی تیار ہو کر باہر موٹر میں بیٹھے ہارن پہ ہارن دیئے جا رہے تھے۔ ہوائی جہاز کے لینڈ کرنے میں صرف پون گھنٹہ باقی تھا اور انہیں اتنی دور ہوائی اڈے پر پہنچنا تھا۔دلہن کی طرح بنی سنوری سعیدہ کو نجمہ باہر نکلنے نہیں دیتی تھی اور چٹکیاں لے لے کر اور اس کے آگے پھدک پھدک کر گا رہی تھی۔اور اپنے بالم سے۔اپنے ساجن سے ملنے جاتی ہو۔اری او گوئیاں! پورچ میں موٹر کا ہارن بج رہا تھا پاں پاں۔ اور کمرے سے آواز آرہی تھی۔اوئے ہوئے۔ہوئے ہوئے۔"[19]

گھر میں اختر کے آنے کی خوشی تھی مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا اختر کی آمد بے جان کی صورت میں ہے۔اس طرح معاشرے میں بیرون ملک نوجوان کا سفر ختم ہوتا ہے جو کئی خواب لے کر جاتا ہے اور اپنے گھر والوں کے لیے ایک نہ ختم ہونے والا عذاب چھوڑ جاتا ہے۔

مہمان بہار میں ہم جذباتی کشمکش اور معاشرتی اقدار کی پیش کش کو دیکھتے ہیں۔اشفاق احمد کے مطابق محبت ایک فطری عمل ہے اور محبوب اور رقیب اس کا حصہ ہیں۔نیز یہ کہ زندگی کسی کے جانے سے ختم نہیں ہوتی بلکہ بے وفا لوگ ایک وفادار کو فولاد کی طرح مضبوط بنا دیتے ہیں۔اس طرح کے جذبات جیسا کہ بے وفائی جیتے جاگتے انسانوں کو بے جان بنا دیتی ہے،ان کی جینے کی خواہش ختم کر دیتی ہے۔محبت انعام کی محتاج بالکل نہیں ہے اور نہ ہی محبت صلہ مانگتی ہے محبت اگر کچھ مانگتی ہے تو وہ محبت کے بدلے صرف محبت مانگتی ہے نہ جانے کیسے بے وفائی کرنے والے لوگ دوسروں کو بے سکون کر کے خود سکون سے رہتے ہیں۔سب سے بڑی بے وفائی دین سے ہے اپنے جذبات اور دین سے بے وفائی معاشرے کو تباہ و برباد کر لیتی ہے۔

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
تصدیق
Vol. 7 No. 2 (2025)

حوالہ جات

1. نورین کھوکھر، "اشفاق احمد کے افسانوں کا اخلاقی تناظر"، جی سی یونیورسٹی، لاہور، صفحہ نمبر 97
2. https://en.wikipedia.org/wiki/Marx%27s_theory_of_human_nature
3. عطاء الرحمن، ڈاکٹر، "اردو کا آخری داستان گو"، ص80
4. اشفاق احمد، "مہمان بہار" مشمولہ "سفر مینا" ناولٹ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشن، 1984، صفحہ نمبر: 277
5. ایضا، صفحہ نمبر 279
6. ایضا، صفحہ نمبر 280
7. ایضا، صفحہ نمبر 280
8. ایضا، صفحہ نمبر 280
9. ایضا، صفحہ نمبر 287
10. ایضا، صفحہ نمبر 290
11. ایضا، صفحہ نمبر 292
12. ایضا، صفحہ نمبر 298
13. ایضا، صفحہ نمبر 300
14. ایضا، صفحہ نمبر 305
15. ایضا، صفحہ نمبر 306
16. ایضا، صفحہ نمبر 311
17. ایضا، صفحہ نمبر 324
18. ایضا، صفحہ نمبر 383
19. ایضا، صفحہ نمبر 394-395

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 7 No. 2 (2025)

Romanized References

1. Noreen Khokhar, "Ashfaq Ahmed Kay Afsanon Ka Akhlaqi Tanazur" (PhD diss., GC University, Lahore), 97.
2. "Marx's Theory of Human Nature," Wikipedia, last modified [Insert Date if known], https://en.wikipedia.org/wiki/Marx%27s_theory_of_human_nature.
3. Dr. Ata-ur-Rehman, *Urdu Ka Akhri Dastan Go* (Lahore: [Publisher Name if known]), 80.
4. Ashfaq Ahmed, "Mehman-e-Bahar," in *Safar-e-Maina* (Novelette) (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1984), 277.
5. Ibid., 279.
6. Ibid., 280.
7. Ibid., 280.
8. Ibid., 280.
9. Ibid., 287.
10. Ibid., 290.
11. Ibid., 292.
12. Ibid., 298.
13. Ibid., 300.
14. Ibid., 305.
15. Ibid., 306.
16. Ibid., 311.
17. Ibid., 324.
18. Ibid., 383.
19. Ibid., 394–395.
20. Sidra Niamat, & Muhammad Farooq Baig. (2024). Contemporary Sensibility in Syed Asad Gilani's Fiction. *Tahqeeq-O-Tajzia*, *2*(02), 45–60. Retrieved from https://tahqeeqotajzia.com/index.php/tot/article/view/30